بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
فاسئلوا اہل الذکر ان کنتم لا تعلمون
سو پوچھو یاد رکھنے والوں سے اگر تم نہیں جانتے
بیعت کی شرعی حیثیت
تقریر بیعت
بطلِ حرّیت، مجاہدِ اعظم، شیخ الاسلام والمسلمین
حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ شیخ الحدیث دار العلوم دیوبند
حسب الارشاد
قطب الاقطاب حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریاؒ طبع کی گئی
محمد اقبال
مدینہ منورہ
ناشر
مکتبۃ الشیخ
۳/۴۴۵ - بہادر آباد - کراچی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فاسئلوا اھل الذکر ان کنتم لا تعلمون

سو پوچھو یاد رکھنے والوں سے اگر تم نہیں جانتے

بیعت کی شرعی حیثیت

تقریرِ بیعت

بطلِ حریت، مجاہدِ اعظم، شیخ الاسلام والمسلمین

حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ شیخ الحدیث دارالعلوم دیوبند

حسب الارشاد

قطب الاقطاب حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا طبع کی گئی

محمد اقبال

مدینہ منورہ

ناشر

مکتبۃ الشیخ

۳/۳۶۷ - بہادر آباد - کراچی نمبر ۵

مکتبۃ الشیخ

بیاد

قطب العالم، برکۃ العصر، شیخ الحدیث، عارفِ کبیر حضرت مولٰنا محمد زکریا صاحب

کاندھلوی ثم مہاجر مدنی قدس اللہ سرّہٗ

مکتبہ نے حضرت شیخ رحؒ کی خود اپنی اور حضرت کی پسند فرمودہ

تصانیف کی طباعت کا آغاز کیا ہے۔

فہرست مضامین

وجہ طباعت

حضرت اقدس شیخ قدس سرہ کو اپنی حیات کے آخری ایام میں تقریباً ایک ماہ قبل جبکہ صحت اچھی ہوگئی تھی حرم شریف بھی جانا شروع ہوگیا تھا۔ اوائل رجب ۱۴۰۲ھ ہجری مغرب بعد خصوصی خدام کی موجودگی میں حضرت شیخ الاسلام نور اللہ مرقدہ کی بیعت پر تقریر سنائی گئی، اس وقت اقبال کسی دوسرے کمرے میں کسی کام میں مشغول تھا کہ حضرت کے ایک خادم بلانے آئے، حاضر ہوا تو ایک کیسٹ دیا اور فرمایا کہ یہ بیعت پر حضرت مدنی رحمۃ اللہ کی بہت اچھی تقریر ہے اس کو کاغذ پر نقل کرکے طبع کرادو۔ بندہ نے پروفیسر جلیل احمد صاحب اور ڈاکٹر محمد اسلم صاحب کی مدد سے ٹیپ سے کاغذ پر نقل کیا اور نقل مع ٹیپ حضرت حافظ صغیر احمد صاحب کو لاہور بھیجدیا اور یہ بھی عرض کیا کہ اس کو مولانا عبد الغنی صاحب کی مدد سے درست کرالیں کیونکہ انکو اوائل عمر سے حضرت مدنی رحمۃ اللہ کی خدمت میں حاضری کا شرف حاصل رہا اور حضرتؒ سے خصوصی تعلق کی بناء پر حضرت کی آواز، لہجہ اور طرز بیان ان کے دل ودماغ میں نقش ہے اس لیے وہ ٹیپ سے اس تحریر کا اچھی طرح مقابلہ کرسکیں گے۔

محمد اقبال مدینہ منورہ

نوٹ: مندرجہ ذیل تحریر حضرت اقدس مولانا مدنی قدس سرہ کی تحریر نہیں ہے بلکہ مدراس کے علاقہ میں ایک ٹیپ ریکارڈ تقریر کی نقل ہے، بولنے میں کہیں کہیں جو الفاظ زائد نکل گئے، ان کو تحریر میں بھی اسی طرح

باقی رکھا ہے لیکن پڑھنے والے کی سہولت کے لیے ان الفاظ کو قوسین میں کر دیا ہے اور عنوانات بھی لگا دیئے گئے ہیں، اسی طرح ربط کے لیے کسی لفظ کی ضرورت پڑی جو ٹیپ سے سنا اور سمجھا نہیں جا سکا اس کو بھی قوسین ( ) میں لکھ دیا ہے۔ ایک دو جگہ کسی وضاحت کی ضرورت محسوس کی گئی تو حاشیہ میں لکھ دیا گیا۔ حضرت شیخ الحدیث نور اللہ مرقدہٗ کی طرف سے ٹیپ اور حضرت صوفی محمد اقبال صاحب مدظلہٗ کا نقل کردہ مسودہ جب طباعت کے لیے مدینہ منورہ (زادہا اللہ شرفاً و تعظیما) سے یہاں لایا گیا تو بندہ نے ایک دوسری ٹیپ سے بھی (جو بندہ کے پاس تھی) اس کا مقابلہ کیا، اس کے بعد اسے شائع کیا جا رہا ہے۔ اگر کوئی صاحب طبع کرانا چاہیں تو ہماری طرف سے بخوشی اجازت ہے بشرطیکہ حضرت شیخ الاسلام مولانا مدنی نور اللہ مرقدہٗ کے الفاظ مبارکہ میں کوئی تغیر و تبدل نہ کیا جائے۔

احقر محمد عبد الغنی غفرلہٗ

۲۵ شوال ۱۴۰۳ھ مطابق ۵ اگست ۱۹۸۳ء

حیات حضرت شیخ الاسلام قدس سرہٗ کا ایک ورق

بعد حمد وصلوٰۃ کے عرض ہے کہ محترمی پروفیسر سید جلیل احمد صاحب حضرت شیخ الاسلامؒ کی اردو تقریر کا انگریزی ترجمہ کر رہے تھے کہ ان کو بخار ہوگیا جس کی وجہ سے کام بند کرنا پڑا، اسی حالت میں ان کو حضرت شیخ الاسلام کی زیارت ہوئی، حضرتؒ نے ان کو کوئی شربت پلایا اور فرمایا کہ (اس تقریر میں) صوفی اقبال سے حالات کا ایک ورق لے کر شامل کردو، اللہ کے فضل سے پروفیسر صاحب کو اُسی دن صحت ہوگئی۔ انہوں نے مجھے حالات کا ایک ورق لکھنے کا حکم فرمایا، اس سے پہلے جب اس مبارک تقریر کا عربی ترجمہ ہو رہا تھا، اس وقت بھی حضرتؒ کے کچھ حالات شامل کرنے کا خیال آیا تھا تو حضرتؒ کے مختصر حالات "نزہۃ الخواطر" سے نقل کردیئے تھے جو کئی صفحے ہیں لیکن انگریزی ترجمہ کیلئے صرف ایک ہی ورق کا حکم ہوا ہے کیونکہ انگریزی دان اور اردو خوان حضرات کیلئے تفصیل کی ضرورت نہیں۔ صرف تنبیہ کے لیے اولیاء امت کے چند فقرے اور بعض واقعات کی طرف اشارہ کردینا ہی انشاءاللہ کافی ہوگا۔

حضرتؒ کی ولادت باسعادت ۱۲۹۶ھ میں اور وصال ۱۳۷۷ھ میں ہوا۔

حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا نوراللہ مرقدہٗ اپنی کتاب "الاعتدال فی مراتب الرجال" میں تحریر فرماتے ہیں: — امیر الہند حضرت مدنی ۱۳۱۶ھ میں فارغ

التحصیل ہوئے اور آج تک کا سارا زمانہ (تقریباً نصف صدی) درس تدریس، استفادہ اور افادۂ باطنی میں گذرا، سالہا سال حضرت شیخ الہند جیسے محقق متبحر کے زیر سایہ علوم ظاہریہ و باطنیہ میں مہارت حاصل کی، اور عمر کا اکثر حصہ سیاسی مناظر اور قید و بند ہند و بیرونِ ہند کے تجربات میں گذرا۔ (انگریز کے خلاف جد و جہد میں کئی دفعہ جیل جانا ہوا۔ کراچی کے مشہور مقدمہ میں دو سال قید بامشقت کی عزت ملی، اس مقدمہ میں عدالت نے پہلے مسلمانوں کے مشہور مخلص لیڈر مولانا محمد علی جوہر کا بیان لیا، اس میں انہوں نے کہا کہ میں نے ایسے شخص کی تائید کی ہے جس کو میں اپنا آقا، سردار اور بزرگ کہنا باعثِ فخر سمجھتا ہوں اور وہ مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی ہیں۔ اس کے بعد حضرت شیخ الاسلام کا بیان شروع ہوا، حضرت نے طویل تقریر فرمائی، جب فرمایا کہ میں پہلا شخص ہوں کہ مذہب پر اپنی جان قربان کردوں گا، تو اس جملہ پر مولانا محمد علی جوہر نے آگے بڑھ کر حضرت کے قدم چوم لیے۔ ہند سے باہر حضرت شیخ الہند کے ساتھ تین سال جزیرہ مالٹا میں نظر بندی کا وقت گذرا)۔

حضرت شیخ الحدیث دوسری جگہ تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت مدنی کی ابتدائی مدرسی مدینہ منورہ میں برسوں ایسی جانفشانی سے گذر چکی ہے کہ بعض زمانوں میں مسلسل بارہ تیرہ سبق روزانہ پڑھانا اور شب و روز میں صرف دو تین گھنٹے سونا، باقی اوقات سبق یا مطالعہ (یہ سب اسباق حدیث، تفسیر اور فقہ کے تھے، اس کے ساتھ فتویٰ نویسی کا کام بھی رات کو انجام دیتے، یہ سب خدمات بلا معاوضہ لوجہ اللہ تھیں، اس طرح تقریباً تیرہ برس آپ نے گنبدِ خضراء کے سایہ میں درس حدیث دیا ہے) یہ تو علوم کا حال تھا، اب سلوک کی سنو! سب سے پہلا غوطہ تو بحرِ عشق و معرفت شیخ العرب والعجم حضرت حاجی امداد اللہ صاحب نور اللہ مرقدہٗ کے یہاں لگایا، اور مدینہ پاک میں مسجد اجابہ جیسی بابرکت اور یکسو جگہ میں عرصہ تک (ذکر اللہ کی) ضربیں لگائیں (یہ مسجد اس وقت شہر سے باہر جنگل میں تھی اب وہاں آبادی ہوگئی ہے)۔

پھر اسکی تکمیل و تخصیص قطب الارشاد حضرت گنگوہی نور اللہ مرقدہٗ کے یہاں ہوئی۔

(یعنی بیعت کے دو ہی سال بعد جبکہ عمر شریف بائیس[۲۲] سال کی تھی حضرت گنگوہیؒ نے انکو مدینہ منورہ سے بلا کر خلافت عطا فرمائی اور اپنے دستِ مبارک سے ان کے سر پر دستارِ خلافت باندھی، یہاں یہ بھی ملحوظ رہے کہ اکابرین میں حضرت گنگوہیؒ کا معیارِ خلافت و اجازت بہت بلند تھا اور انکے یہاں اس امر میں بہت شدت و احتیاط تھی) حضرت مولانا عاشق الٰہی میرٹھی نور اللہ مرقدہٗ "تذکرہ الرشید" میں تحریر فرماتے ہیں کہ مولانا حسین احمد کا درس حرمِ نبویؐ میں بحمد للہ بہت عروج پر ہے اور عزت و جاہ بھی حق تعالیٰ نے وہ عطا فرمائی ہے کہ ہندی علماء کو کیا معنیٰ، یمنی و شامی بلکہ مدنی علماء کو بھی وہ بات حاصل نہیں (آپ شیخ الحرم کے خطاب سے مشہور تھے) ذٰلک فضل اللّٰہ یوتیہ من یشاء آپ سراپا خلق، مہمان نواز، باحیا اور بعض ان صفاتِ حمیدہ سے متصف ہیں کہ جس پر دیکھنے والوں کو حیرت ہوتی ہے۔ انتہیٰ کلامہٗ

چنانچہ حضرت شیخ الحدیث صاحب فرماتے ہیں کہ بھلا جس شخص کے (حضرت مدنیؒ کے) یہاں سفر و حضر برابر ہو، دن رات یکساں ہو، نہ اس کو راحت کی ضرورت ہو، نہ تکان پاس پھٹکتا ہو، اس کی کوئی کیا حرص کر سکتا ہے، ان کا تو یہ حال ہے کہ حجاز سے سفر شروع کریں اور کراچی سے اتر کر سیدھے دو شب و روز ریل میں گذار کر پانچ بجے دیوبند پہنچیں اور چھ بجے بخاری کا سبق پڑھا دیں، جیسا کہ اس آخری سفر حج میں پیش آیا، وہ مسلسل پندرہ دن تک روزانہ کئی سو میل کا سفر کریں اور کئی کئی تقریریں کر دیں، جیسا کہ گذشتہ سال ہوا۔ ابھی دو ایک برس کا قصہ ہے کہ سہارنپور میں سیرت پر ایک ہفتہ وار تقریر کا وعدہ ایک مجلس میں کر گذرے تھے، کئی مہینہ تک ہر ہفتہ شب کی گاڑی سے آنا عشاء کے بعد ایک بجے تک تقریر کرنا، اور تین بجے بلا کسی کے جگائے اُٹھ کر ریل پر چل دینا اور صبح کو سبق پڑھانا، جس میں مسلسل تین چار گھنٹے تقریر فرمانا۔ انتہیٰ۔

سنہ ۱۳۴۶ھ میں حضرت کا قیام کلکتہ میں تھا کہ دارالعلوم دیوبند میں ایسے حالات پیش آئے کہ دارالعلوم کا وجود ہی خطرہ میں پڑ گیا اس وقت حکیم الامۃ حضرت تھانوی قدس سرہٗ نے دارالعلوم کے عہدۂ صدارت کے لیے حضرت مدنیؒ کو تجویز فرمایا اور حضرتؒ کے متعلق بہت بلند کلمات تحریر فرمائے، حضرت دارالعلوم تشریف لے آئے جس سے اللہ پاک نے

دارالعلوم کو بہت زیادہ ترقیات اور عروج دیا۔

۱۳۶۶ھ میں انگریز کو ملک سے نکال دینے کے بعد حضرتؒ سیاسیات سے بالکل یکسو ہوگئے، حکام اور اہلِ سیاست سے کوئی تعلق نہیں رکھا۔ ۱۳۷۳ھ میں صدر جمہوریہ ہند نے تار کے ذریعہ سرکاری خطاب سے نوازا تو اس کو بھی یہ کہکر ٹھکرادیا کہ یہ ہمارے اسلاف کے طریقہ کے خلاف ہے۔

آزادیٔ ہند میں انگریز اور ان کے خوشامدیوں کی طرف سے بہت غلط کاریاں عمل میں آئیں جس کی وجہ سے مسلمانوں پر بڑے مصائب ٹوٹے، دینی مدارس اور دینی مراکز کے ختم ہوجانے کا خطرہ ہوگیا، عام مسلمانوں کے لیے ارتداد کا خطرہ پیدا ہوگیا، بلکہ بعض غیر مسلم اکثریت کے علاقوں میں رہنے والے مسلمان مرتد بھی ہوگئے ان سب خطرات سے حضرت شیخ الاسلامؒ نے پہلے ہی آگاہ کردیا تھا، اور ان سے حفاظت کے لیے اسلام اور مسلمانوں کی بہتری کے لیے ایک نہایت مفید دین و دانش کے مطابق پروگرام پیش کیا۔ جس کو مدنی فارمولا[1] کہتے ہیں۔ لیکن برطانوی سازش کامیاب رہی اور انگریز نے اپنے ملک بدر ہونے کا مسلمانوں سے پورا انتقام لے لیا۔ اس وقت حضرتؒ نے خود کردہ را علاج نیست کہہ کر مسلمانوں سے تغافل نہیں برتا بلکہ مشفق واعظ کی حیثیت سے میدان میں آئے اور اپنے وعظوں کے ذریعہ ارتداد کے خطرہ کو ختم کیا بلکہ واقعہ شدہ کو بھی یقین کی دولت سے مالامال کیا، اور نئی صورتحال کے تقاضہ کے مطابق پاکستان کے استحکام پاکی و ہندی مسلمانوں کے لیے دعاء و توجہات میں مصروف رہے یہی عمل حضرتؒ کے شایانِ شان تھا اس سے حضرت کے درجات بلند سے بلند ہوئے مگر جن اپنے مخالفوں کے لیے دعائیں کیں ان کو نفع اسی صورت میں ہوگا جب کہ وہ اقرارِ جرم کرکے توبہ کریں نہ کہ اپنی حماقتوں

---

[1] اس کا خلاصہ یہ ہے۔ مسلم اکثریت کے صوبے دو تین امور کے علاوہ اپنے تمام معاملات میں خود مختار ہوں۔ مرکز کی تشکیل میں ہندو اور مسلم ممبران مساوی اور دس سیٹیں پس ماندہ طبقوں کے لیے۔ اس طرح ہندو اور مسلمان ہر ایک کو ۴۵ فیصد سیٹیں ملتیں۔ اسی کے ساتھ یہ شرط بھی تھی کہ کوئی قانون جس کا تعلق مسلمانوں سے ہوگا، وہ اس وقت تک پاس نہ ہوسکے، جب تک مسلم ممبران کی اکثریت اس کے حق میں نہ ہو۔ اگر یہ فارمولا تسلیم کرلیا جاتا آج تمام ہندوستان مسلمانوں کے لیے پاکستان ہوتا (الجمعیۃ شیخ الاسلام ص۴)

کو فخریہ بیان کریں۔

حضرت کے بالواسطہ و بلاواسطہ تلامذہ کی تعداد لاکھوں سے متجاوز ہے اور صرف دارالعلوم میں جن حضرات کو حضرت نے حدیث کی اجازت دی ان کی تعداد تین ہزار آٹھ سو چھپن ہے، اور تربیت باطنی و سلوک میں لاکھوں کی تعداد میں لوگ حضرت کے مرید ہوئے جن میں ہزاروں صاحب نسبت ہیں، اور ان میں سے ایک سو سرسٹھ [۱۶۷] خلفاء مجازین بیعت اپنے بعد اس کام کو جاری رکھنے کے لیے تیار فرمائے جو الحمد للہ کام کر رہے ہیں۔

آخری عمر میں دینی غیرت اور حمیت کا بہت زیادہ غلبہ تھا، شریعت و سنت نبویؐ کے خلاف کسی چیز کو برداشت نہیں کر سکتے تھے اور بڑی شدت سے اس پر انکار فرماتے تھے، رقت قلب اور ابتہال الی اللہ بہت بڑھ گیا تھا، اسی حال میں ۱۳ر جمادی الاول ۱۳۷۷ھ میں واصل بحق ہوئے، حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا قدس سرہٗ العزیز نے نماز جنازہ پڑھائی۔

آخر میں ایک تازہ بشارت بھی نقل کرنا مناسب ہوگا جس کو سن کر حضرت شیخ الحدیث نے اپنے روزنامچہ میں درج کروالیا تھا کہ یہ واقعہ حضرت شیخ الحدیث کے وصال سے دو ماہ قبل کا ہے:۔ حضرت مولانا عبدالحفیظ صاحب مکی کو شب جمعہ یکم جمادی الآخر ۱۴۰۲ھ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی، دیکھا کہ حضرت مدنیؒ بھی پاس کھڑے ہیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔ یہ شیخ الاسلام والمسلمین ہیں، بطل حریت و مجاہد بے مثال شخصیت ہیں انہوں نے بیک وقت دین کا علم پھیلایا اور کفار و نصاریٰ سے ایک طرف اور فرق باطلہ سے دوسری طرف ٹکر لی یہ اور ان کی جماعت حق پر ہیں۔ فقط

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى خَيْرِ خَلْقِهٖ سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ اَجْمَعِيْنَ ؕ

محمد اقبال مدینہ منورہ
۲۳ ربیع الثانی ۱۴۰۴ھ

اَلحَمدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِینَ اصطَفٰی

میرے محترم بھائیو اور بزرگو!

○ مجھ کو حکم کیا گیا ہے کہ میں کچھ بیعت اور سلوکِ طریقت کے متعلق عرض کروں۔ خیال ہے لوگوں کا کہ یہ چیز شریعت کے خلاف ہے اور اس چیز کی تعلیم آقائے نامدار حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں کی اور چونکہ جو لوگ طریقت اور تصوف کے ذمّہ دار ہیں ان کی حرکات وسکنات، ان کے افعال، شریعت کے خلاف پائے جاتے ہیں اس واسطے شُبہ ہوتا ہے کہ یہ چیز جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طریق اور تعلیم کے خلاف ہے۔ واقعہ یہ نہیں ہے بلکہ بیعت نام ہے عہد لینے کا۔

کتاب وسنت سے بیعت کا ثبوت

○ کسی شریعت کی بات کے لیے لوگوں سے عہد لیا جائے کہ وہ اس کام کو انجام دیں گے، خواہ پوری شریعت کا عہد لیا جائے یا کسی خاص مسئلہ کا عہد لیا جائے اس کو بیعت کہتے ہیں۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس امر کو اللہ تعالیٰ کے حکم سے بہت سے مواقع میں انجام دیا ہے۔

بیعتِ جہاد

○ جنابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیبیہ کی لڑائی کے وقت میں عہد لیا تھا لوگوں سے، کہ اگر دشمنوں سے مقابلہ کی نوبت آئی تو وہ بھاگیں گے نہیں، بلکہ جب تک زندہ رہیں گے جب تک

دشمنوں کا مقابلہ کریں گے، اور اگر اس کے اندر موت آجائے تو موت کو اختیار کریں گے۔ اس کو سورۂ فتح میں قرآن شریف میں فرمایا گیا۔

لَقَدْ رَضِیَ اللّٰہُ عَنِ الْمُؤْمِنِیْنَ اِذْ یُبَایِعُوْنَکَ تَحْتَ الشَّجَرَۃِ فَعَلِمَ مَا فِیْ قُلُوْبِھِمْ فَاَنْزَلَ السَّکِیْنَۃَ عَلَیْھِمْ وَاَثَابَھُمْ فَتْحًا قَرِیْبًا ۝

○ اللہ تعالیٰ مسلمانوں سے راضی ہو گیا جبکہ وہ درخت کے نیچے بیعت کر رہے تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دستِ مبارک پر بیعت کر رہے تھے۔

○ کس بات کی بیعت کر رہے تھے؟ حضرت سلمہ ابن اکوع رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ تم نے حدیبیہ میں درخت کے نیچے کا ہے پر بیعت کیا تھا؟ تو وہ کہتے ہیں علی الموت ہم نے بیعت کیا تھا موت کے اوپر۔ موت کے اوپر بیعت ہونے کے یہ معنیٰ کہ ہم مرجائیں گے مگر بھاگیں گے نہیں۔ اللہ تعالیٰ اس میں بشارت دیتا ہے کہ اللہ تعالیٰ راضی ہوا اور ان کے دلوں کی باتوں پر مطلع ہو کر اس نے اپنی (سکونت کو) سکینت کو اور اطمینان کو ان کے دلوں میں ڈالا اور اس کے بدلے میں فتحمندی عطا فرمائی۔ یہ سورۂ فتح میں لَقَدْ رَضِیَ اللّٰہُ عَنِ الْمُؤْمِنِیْنَ اِذْ یُبَایِعُوْنَکَ تَحْتَ الشَّجَرَۃِ بیعت کا ذکر کیا گیا، اسی طرح سے اللہ تعالیٰ سورۂ فتح ہی میں کہتا ہے۔

بیعت کی عظمت

اِنَّ الَّذِیْنَ یُبَایِعُوْنَکَ اِنَّمَا یُبَایِعُوْنَ اللّٰہَ ط یَدُ اللّٰہِ فَوْقَ اَیْدِیْھِمْ ج فَمَنْ نَّکَثَ فَاِنَّمَا یَنْکُثُ عَلٰی نَفْسِہٖ ج وَمَنْ اَوْفٰی بِمَا عٰھَدَ عَلَیْہُ اللّٰہَ فَسَیُؤْتِیْہِ اَجْرًا عَظِیْمًا ط ۝

○ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم جو لوگ تمہارے ہاتھ پر بیعت کرتے ہیں وہ اللہ سے بیعت کرتے ہیں، تمہارے سے عہد کرنا وہ اللہ تعالیٰ سے عہد کرنا ہے، جس شخص نے اپنے عہد کو پورا کیا اللہ تعالیٰ اس کو اجر دے گا، ثواب دے گا اور جو عہد کر کے توڑتا ہے وہ اپنے آپ کو نقصان پہنچاتا ہے۔ تو بیعت جنابِ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دستِ مبارک پر کی گئی یہ بیعت تھی جہاد کی، غزوہ حدیبیہ کی۔ قرآن شریف میں سورۂ ممتحنہ میں اور دوسری بیعت کرنے کا حکم دیا گیا۔

کبائر سے اجتناب پر بیعت

یَاَیُّھَا النَّبِیُّ اِذَا جَآءَکَ الْمُؤْمِنٰتُ یُبَایِعْنَکَ عَلٰٓی اَنْ لَّا یُشْرِکْنَ بِاللّٰہِ شَیْئًا وَّلَا یَسْرِقْنَ وَلَا یَزْنِیْنَ وَلَا یَقْتُلْنَ اَوْلَادَھُنَّ وَلَا یَاْتِیْنَ بِبُھْتَانٍ یَّفْتَرِیْنَہٗ بَیْنَ اَیْدِیْھِنَّ وَاَرْجُلِھِنَّ وَلَا یَعْصِیْنَکَ فِیْ مَعْرُوْفٍ فَبَایِعْھُنَّ وَاسْتَغْفِرْ لَھُنَّ اللّٰہَ ط

○ اے پیغمبر جبکہ عورتیں تمہارے پاس آئیں اور وہ عہد کریں، بیعت کریں اس بات پر کہ شرک نہ کریں گی، چوری نہ کریں گی، زنا نہ کریں گی، اپنے بچوں کو قتل نہ کریں گی، زمانہ جاہلیت میں عادت تھی کہ اپنے بچوں کو مرد اور عورت ماں اور باپ قتل کر دیتے تھے اس وجہ سے کہ اس بچے کے پالنے میں خرچ بہت کچھ پڑے گا خَشْیَۃَ اِمْلَاقٍ، فاقہ کی وجہ سے، اور اسی طرح کسی پر بہتان نہ باندھیں گی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کو پورے طرح سے انجام دیں گی، نافرمانی نہیں کریں گی۔ تو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم ہے کہ فَبَایِعْھُنَّ وَاسْتَغْفِرْ لَھُنَّ اللّٰہَ کہ آپ بیعت کیجئے اور ان کے لیے استغفار کیجئے۔ تو یہ بیعت اللہ تعالیٰ کے حکم سے جاری ہوئی۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت سے پہلے جبکہ مکہ معظمہ میں بارہ سرداروں سے انصار کے جمع ہوئے اور انکو دین کی طرف تعلیم دی تو حضرت عبادہ ابن صامت رضی اللہ عنہ جو انہیں سرداروں میں سے ہیں وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو حکم دیا کہ:

مختلف احکام شریعت پر بیعت کا حکم

| بایعونی علی ان لا تشرکوا

با للہ شیئا ولا تسرقوا ولا تزنوا [ا] مختلف چیزیں اسلام کی تعلیم فرمائیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مدد کرنے کی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حفاظت کرنے کی مختلف چیزیں عہد میں لیں، اور فرمایا کہ اگر تم میں سے کوئی شخص ان باتوں پر وفاداری کے ساتھ قائم رہا تو اللہ تعالیٰ اس کو جنت میں جگہ دے گا اس کی مغفرت کریگا اور اگر کوئی شخص خلاف کرے گا اور دنیا میں اسکو سزا ملی تو آخرت کی سزا اس پر سے اُٹھ جائے گی اور اگر اس نے نافرمانی کی اور سزا نہیں دی گئی دنیا میں، تو اللہ تعالیٰ چاہے تو سزا دے چاہے معاف کرے۔ تو اس قسم کے بہت سے واقعات میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض خاص باتوں پر بیعت لی ہے اور کبھی کبھی عام باتوں پر، پوری شریعت پر بیعت لی ہے، بیعت کی تعلیم قرآن شریف میں اور احادیث میں بہت تفصل کے ساتھ ذکر کی گئی ہے، جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بعضے اصحاب سے اسی پر بیعت لی تھی، کہ وہ کسی سے کوئی چیز مانگے گا نہیں، سوال نہیں کرے گا، تو عادت تھی اس صحابی کی کہ اگر گھوڑے پر سوار ہو اور اس کا کوڑا گر گیا۔ تو کوڑا بھی کسی دوسرے سے نہیں اُٹھواتا تھا، بلکہ گھوڑے سے اتر کر کے اپنے کوڑے کو اٹھاتا تھا۔ حضرت جریر بن عبداللہ البجلی فرماتے ہیں کہ مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیعت لی اس بات پر کہ ہر مسلمان کی خیر خواہی کریں گے، تو ہمیشہ ہر چیز میں جس مسلمان کو ضرورت سمجھتے تھے خیر کی نصیحت کرتے تھے ـــــ تو بیعت کوئی نئی چیز نہیں ہے، قرآن میں، احادیث

[ا] واضح رہے کہ یہ بیعت اسلام نہیں بلکہ اسلام لاچکنے کے بعد کی ہے۔

میں بہت سے واقعات کو ذکر کیا گیا ہے، بیعت اُسی وقت سے جاری ہے۔ اب اسی بیعت ہی میں سے یہ بیعت "طریقت" کی ہے جو کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے سے آج تک چلی آتی ہے۔ بیعت اس بات پر کرنا کہ شریعت پر مضبوطی سے چلیں گے اور جن چیزوں سے شریعت نے منع کیا ہے اس سے بچیں گے اور اللہ تعالیٰ کے ذکر اور اطاعت میں پوری توجہ سے کام لیں گے، اسی کو بیعت طریقت کہا جاتا ہے، جو کہ اس زمانہ سے برابر چلی آتی ہے۔ بیعت کے طریقے تمام زمانے میں جاری رہے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے خاص خاص بندوں نے مسلمانوں سے عہد لیے ہیں، یہ جو پیری مُریدی کہی جاتی ہے یہ حقیقت میں وہی بیعت کا طریقہ ہے۔

بیعت لینے کا مستحق

بیعت کرنا ہر شخص کا حق نہیں ہے، جو شخص شریعت کا پابند ہو، بدعات سے اور فسق و فجور سے بچتا ہو اور اس نے کسی ولی اور مرشد کے پاس رہ کر کے نسبت باطنی حاصل کی ہو، فقر و فاقہ کو اختیار کیا ہو، اس کے ہاتھ پر زمانہ سابق میں بیعت کی جاتی تھی اور وہی مستحق ہے بیعت لینے کا۔ اس کے اندر تمام صحابہ میں خاص خاص لوگ بیعت لیتے تھے، خلفائے راشدین اور خصوصاً حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے یہ سلسلہ زیادہ چلا ہے۔

شیخ یا پیر کا مطلب

اور حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ کے بعد حضرت امام حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ اور پھر انکے خلفاء برابر یہ بیعت لیتے رہے، جو لوگ بیعت لیتے تھے انکو پیر کہا گیا، پیر کے معنی لُغت میں بڈھے کے ہیں، عربی میں اُس کو شیخ کہتے ہیں، چونکہ معمر آدمی جو کہ زیادہ دنوں تک اس نے خداوند کریم کی اطاعت، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت میں وقت گذارا ہو، وہ ہی اس امر کا مستحق ہوتا ہے کہ وہ دوسروں سے عہد لے، تو اس واسطے اس کو عربی میں شیخ، فارسی میں پیر کہا گیا، وہ شخص تجربہ کار ہوتا ہے۔ وہ

شخص اللہ تعالیٰ کی اطاعت و فرمانبرداری میں عمر گذارے ہوئے ہوتا ہے تو اس کو پیر کہا جاتا تھا۔ پیر کوئی خاص آدمی کا نام نہیں ہے، کسی خاص نسب کا نام نہیں ہے، کسی خاص طریقہ کے کرنے والے کا نام نہیں ہے۔ جو شخص شریعت کا پابند ہو اور عرصہ دراز تک اس نے ریاضتیں کی ہوں، ذکر کیا ہو، اللہ تعالیٰ سے تعلق پیدا کیا ہو اور وہ دنیا پر ریجھنے والا نہ ہو، اس قدر عبادت کی ہو کہ اسکے اندر نسبت اللہ تعالیٰ سے پوری پیدا ہو گئی ہو، اسی سے وہ شریعت پر بیعت لینے کا مستحق ہے وہی پیر اور شیخ ہوتا تھا۔

سچّے اور جھوٹے پیر

مگر عرصہ زمانہ گذر جانے کے بعد جس طرح ہر جماعت میں کھوٹے اور کھرے ہوتے ہیں علم ظاہر میں اور دُوسری جماعتوں میں بھی کھوٹے اور کھرے ہوتے ہیں، اسی طرح سے طریقت کے اندر بھی کھوٹے اور کھرے پائے جاتے ہیں، جو شخص شریعت کے اوپر نہ چلتا ہو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کا تابعدار نہ ہو وہ شخص بعیت لینے کا، پیر بننے کا کسی طرح حق نہیں لے سکتا، قرآن شریف میں فرمایا گیا:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَكُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ ۝

○ اے ایمان والو! خدا سے ڈرو اور سچّوں کے ساتھ رہو۔

○ تو پیر بنایا جاتا ہے سچا، جو کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ بھی سچّا ہو اور اللہ تعالیٰ کے بندوں کے ساتھ بھی سچّا ہو جس کے اندر، دغل، فسل، مکر، حیلہ وغیرہ نہ پایا جاتا ہو اللہ تعالیٰ کی سچی تابعداری کرتا ہو، اس کو کہا گیا كُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ ان کے ساتھ رہو۔ قرآن شریف میں فرمایا گیا۔

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَابْتَغُوْۤا اِلَیْهِ الْوَسِیْلَةَ وَجَاهِدُوْا فِیْ سَبِیْلِهٖ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝

○ اے ایمان والو! تقویٰ اختیار کرو، ڈرو اللہ تعالیٰ سے، اور اللہ تعالیٰ کی

طرف وسیلہ ڈھونڈو، وہ شخص جو تمہارے لیے ذریعہ ہو اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کا، اللہ تعالیٰ کو خوش کرنے کا، اللہ تعالیٰ کی رحمتوں کو حاصل کرنے کا، اسی کو مُرشد کہتے ہیں۔ وَابْتَغُوْا اِلَیْہِ الْوَسِیْلَۃَ میں محققین کی رائے یہی ہے تفسیر میں کہ مراد ہے مرشد، جس کو پہلی آیت میں کہا گیا کُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ پہلے ایمان ذکر کیا گیا تو اس کے بعد تقویٰ ذکر کیا گیا ان دونوں کے بعد اس جگہ وسیلہ یعنی مرشد کا تلاش کرنا اور اس کے حکم پر چلنا، یہ تیسرا حکم وَابْتَغُوْا اِلَیْہِ الْوَسِیْلَۃَ کا ذکر کیا گیا۔

ریاضت واشغال تصوّف کا ثبوت

وَجَاھِدُوْا فِیْ سَبِیْلِہٖ چوتھا حکم ذکر کیا گیا کہ اللہ کے راستے میں کوشش کرو، جہاد کرو، نفس کے خلاف کرو، اپنی راحت کے خلاف کرو، تو یقیناً وَابْتَغُوْا اِلَیْہِ الْوَسِیْلَۃَ ایمان اور تقویٰ کے بعد کوئی زائد چیز ہے اسی کو مرشد کو تلاش کرنا اور اس کے حکم پر چلنا اور پھر اللہ کے راضی کرنے کے لیے ہر قسم کی جدوجہد کرنا اس آیت میں ذکر کیا گیا، تو یہ جو طریقت کے تصوف کے احکام ہیں کوئی نئی چیز نہیں، بلکہ پرانی ہے اور اسی زمانے سے چلی آتی ہے، تصوف کے جو اعمال ہیں ذکر وغیرہ ریاضتیں یہ چیزیں بھی اسی زمانے سے چلی آتی ہیں جَاھِدُوْا فِیْ سَبِیْلِہٖ فرمایا گیا، جہاد کہتے ہیں زیادہ کوشش کرنا، جدّوجہد کرنیکا نام ہے، آقائے نامدار علیہ الصلوٰۃ والسّلام نے حضرت جبرئیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حدیث میں ذکر کیا ہے۔

حدیث جبریلؑ (سلوک واحسان)

صحابہ کرام کہتے ہیں کہ ایک روز جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجمع میں بیٹھے ہوئے تھے، ایک شخص آیا جس کو ہم میں سے کوئی پہچانتا نہیں تھا، اس کے کپڑے نہایت سفید اور صاف وشفاف تھے مگر ہم میں سے کوئی اس کو پہچانتا نہ تھا، وہ آکر کے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے قریب گھٹنے سے گھٹنا ملا کر بیٹھ گیا، ہم نے تعجب کیا، کیونکہ

اگر وہ باہر سے آیا ہوتا تو کپڑے اس کے میلے ہوتے، گرد و غبار سے اس کے بال بھرے ہوئے ہوتے، کپڑوں میں میل کچیل ہوتا۔ اس کے بال نہایت صاف اور سیاہ تھے اور کپڑے بھی سفید تھے۔ ہم تعجب کرتے تھے، اس نے پوچھا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) ایمان کس کو کہتے ہیں؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایمان کی تعریف بتلائی:۔

اَنْ تُؤْمِنَ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَتُؤْمِنَ بِالْقَدْرِ خَيْرِهٖ وَشَرِّهٖ ۝ او کما قال علیہ الصلوٰۃ والسلام

آپ نے فرمایا کہ ایمان یہ ہے کہ تو اللہ تعالیٰ کی تصدیق کرے، یقین کرے اللہ پر، اس کے رسول پر، اس کے فرشتوں پر، اس کے اور رسولوں پر، کتابوں پر، اور قیامت کے دن پر، اور تقدیر پر، اسکے بعد اس نے کہا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)۔

اسلام کیا ہے

ما الاسلام؟ اسلام کس چیز کا نام ہے؟ تو آپ نے فرمایا کہ: اَنْ تَشْهَدَ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَتُقِيْمَ الصَّلٰوةَ وَتُؤْتِيَ الزَّكٰوةَ وَتَصُوْمَ رَمَضَانَ وَتَحُجَّ الْبَيْتَ اِنِ اسْتَطَعْتَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا ۝

اسلام اس کا نام ہے کہ گواہی دو اور کہو اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ۔ (صلی اللہ علیہ وسلم) اور نماز کو قائم کرو، زکوٰۃ کو ادا کرو، رمضان کا روزہ رکھو، اور خانہ کعبہ کا، بیت اللہ کا حج کرو، اگر تمہارے پاس طاقت ہے وہاں پہنچنے کی، اس کے بعد اس نے کہا:

احسان کیا چیز ہے

یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) مَا الْاِحْسَانُ۔ احسان کیا چیز ہے۔ قرآن میں بہت سی جگہوں میں احسان کا ذکر کیا گیا ہے۔ قرآن میں فرمایا گیا: اِنَّ رَحْمَتَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِيْنَ اللہ تعالیٰ

کی رحمت احسان کرنے والوں سے بہت قریب ہے : اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الَّذِیْنَ اتَّقَوْا وَّالَّذِیْنَ ھُمْ مُّحْسِنُوْنَ : فرمایا جاتا ہے :

○ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کے ساتھ ہے جو کہ پرہیز کرتے ہیں اور جو احسان عمل میں لاتے ہیں۔

○ وَیَجْزِیَ الَّذِیْنَ اَحْسَنُوْا بِالْحُسْنٰی۔

○ جن لوگوں نے احسان کیا اللہ تعالیٰ ان کے ساتھ بھلائی کرے گا۔

○ ھَلْ جَزَآءُ الْاِحْسَانِ اِلَّا الْاِحْسَانُ۔

○ اس طرح سے بہت سی آیتوں میں اِحسان کی بڑی تعریف کی گئی ہے اور بڑے وعدے کئے گئے ہیں۔

○ تو اب وہی پوچھتا ہے کہ یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) مَا الْاِحْسَان احسان کس چیز کا نام ہے ؟ تو آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں :۔

اَنْ تَعْبُدُ اللّٰہَ کَاَنَّکَ تَرَاہُ فَاِنْ لَّمْ تَکُنْ تَرَاہُ فَاِنَّہٗ یَرَاکَ ؀

اِحسان : اس چیز کا نام ہے کہ تم خدا کی عبادت ایسی طرح سے مکمل کرو، اس طرح سے اس کے اندر خشوع اور خضوع کو انجام دو (کہ جیسے) گویا کہ تم اللہ تعالیٰ کو دیکھ رہے ہو۔ مزدور، نوکر، غلام جب اپنے آقا کو، مالک کو دیکھتا ہے تو اسکی اطاعت اور فرمانبرداری میں کسی قسم کی کوتاہی نہیں کرتا اور جب کوئی کام کرتا ہے اور آقا اس کے سامنے نہیں ہے تو نہایت بے توجہی سے کرتا رہتا ہے۔

تو احسان کی تعریف آقائے نامدار علیہ الصلوۃ والسلام یہ فرماتے ہیں کہ ہر عبادت میں تم اس طرح سے تکمیل کرو، اس قدر خشوع اور خضوع کا لحاظ کرو جیسے کہ تم اپنے آقا اور مالک کو دیکھنے کے وقت میں ادا کرتے ہو۔ یہ احسان ہے۔ اگر تم کو یہ شبہ ہو کہ اللہ تعالیٰ کو ہم تو نہیں دیکھتے یہ کیسے ہو سکتا ہے تو اس کو فرمایا گیا۔ فَاِنَّہٗ یَرَاکَ

تم اگرچہ نہیں دیکھتے ہو مگر اللہ تعالیٰ تو ہر حالت میں تم کو دیکھتا ہے تو اپنے مالک کی موجودگی میں جو غلام، جو نوکر، جو مزدور تکمیل کرتا ہے کام کی، وہ تو اسی وجہ سے کرتا ہے کہ آقا دیکھ رہا ہے، اللہ تعالیٰ ہر حالت میں تم کو دیکھتا ہے، کسی وقت میں بھی تم خدا کے علم سے، اسکے دیکھنے سے اُوجھل نہیں ہو سکتے۔

اِحسان کی فضیلت

تو بہرحال یہ احسان بڑا اعلیٰ درجہ کا مرتبہ ہے، اسی کو تیسرے سوال میں حضرت جبریل علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا۔ اس احسان کو قرآن میں جیسا میں نے چند آیتیں عرض کیں، بڑی تعریف کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے: لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوا الْحُسْنٰى وَزِيَادَةٌ جن لوگوں نے احسان کو انجام دیا ان کے ساتھ یں، اللہ تعالیٰ نہایت عمدہ ثواب دے گا اور زیادتی دے گا۔ تو اسی احسان کے حاصل کرنے کے واسطے تمام تصوّف کا مدار ہے۔

آقائے نامدار علیہ الصلوٰۃ والسّلام کے زمانہ میں یہ احسان حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مجلس میں (حاضر ہونا) ایمان کے ساتھ حاضر ہونے سے یہ بات حاصل ہو جاتی تھی۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روحانی طاقت اس قدر قوی تھی کہ جو شخص آپ کے سامنے اخلاص کے ساتھ، ایمان کے ساتھ حاضر ہوا، اس کے قلب کے اوپر ایسا اثر پڑتا تھا کہ ماسوا اللہ۔ اللہ کے سوا جو چیزیں بھی ہیں، سب کو بھول جاتا تھا اور اللہ تعالیٰ ہی کی طرف متوجہ ہو جاتا تھا۔

حضرت حنظلہ کا واقعہ

حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں کئی روز حاضر نہیں ہوئے، جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت تھی کہ اپنے لوگوں کو خاص طور پر یاد رکھتے تھے، ایک وقت نہیں آئے دو وقت نہیں آئے تو آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے پوچھا کہ مَا فَعَلَ حَنْظَلَةَ۔ حنظلہ کا کیا حال ہے؟ لوگوں کو کچھ معلوم نہیں، حضرت ابوبکر صدیق

رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں ابھی خبر لاتا ہوں، گئے، گھر میں پوچھا گھر والوں سے کہ حنظلہؓ کہاں ہیں؟ بیوی نے جواب دیا کہ وہ کوٹھڑی میں بیٹھے ہوئے ہیں، انہوں نے پوچھا خیریت سے تو ہیں، کہا خیریت سے تو ہیں مگر سر جھکائے بیٹھے ہیں، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اجازت لے کر گھر میں داخل ہوئے، جاکر دیکھا کہ حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ سر جھکائے ہوئے بیٹھے ہیں اور رو رہے ہیں تو انہوں نے جاکر کے پوچھا کہ بھائی کیا حال ہے؟ تو انہوں نے تبلایا کہ نَافَقَ حَنظَلَۃ حنظلہ تو منافق ہو گیا[1]۔

حضوری اور غیبت میں فرق

کہا کیا بات ہے کیسے منافق ہو گئے؟ کہا کہ ہم جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آخرت کا، جنت کا، دوزخ کا، قیامت کا ذکر کرتے ہیں تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ہماری آنکھوں کے سامنے جنت موجود ہے، دوزخ موجود ہے، آخرت کی چیزیں موجود ہیں، ہمارا دل اللہ تعالیٰ ہی کی طرف متوجہ ہوتا ہے، وہاں سے جب آتے ہیں، گھر میں آئے تو بال بچوں سے بیوی سے، ان لوگوں سے میل جول ہوا تو وہ حالت جاتی رہتی ہے، یہ تو نفاق ہے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا کہ یہ حالت تو میری بھی ہے۔ وہ بھی رونے لگے، تھوڑی دیر تک دونوں روتے رہے، اس کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہمارے لیے تمام باتوں کا حل کرنے والا ہمارے آقا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، چلو یہاں بیٹھنے سے کچھ نہیں ہوتا رونے دھونے سے کچھ نہیں ہوتا چلو آقائے نامدار علیہ الصلوٰۃ والسلام سے اپنی حالت عرض کریں، انکی سمجھ میں

---

[1] حاضری اور غیبت میں حالت اور کیفیت کے بدل جانے کو حضرت حنظلہؓ اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہما نے کمالِ حُبِّ ایمانی کی وجہ سے اپنے پر نفاق کا شبہ کیا ع (عشق است و ہزار بدگمانی) اور اپنے شبہ کو بارگاہِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں عرض کر کے اطمینان حاصل کیا۔

آئی۔ دونوں حاضر ہوئے، جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے تمام بات عرض کی، تو آقائے نامدار علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ تم جیسے کہ میری حضوری میں ہوتے ہو، میری مجلس میں ہوتے ہو، اگر اسی طرح تم ہر وقت میں رہو تو تمہارے بستروں پر فرشتے آکر تم سے مصافحہ کیا کریں دونوں حالت علیحدہ علیحدہ ہیں، میری موجودگی میں، میری مجلس میں، تمہاری اور حالت ہے اور مجھ سے جدا ہونے کے بعد تمہاری اور حالت ہے، جیسے سورج کے سامنے جو چیز آئے گی وہ چمکدار ہو جائے گی، اس پر روشنی پڑ جائے گی، اس پر دھوپ اور نور آجائے گا، اور جہاں علیحدہ ہوئے تو وہ روشنی جاتی رہی، آقائے نامدار علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مجلس میں جو بھی آنے والے تھے، سچائی کے ساتھ، انکے دلوں کی میل کچیل، غفلت، دنیا پرستی، نفس پرستی جاتی رہتی تھی، جہاں مجلس سے علیحدہ ہوئے تو اس میں کمی ہو جاتی تھی۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چار بڑے کام

مگر آقائے نامدار علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: یَتْلُوْا عَلَیْھِمْ اٰیٰتِکَ وَیُعَلِّمُھُمُ الْکِتٰبَ وَالْحِکْمَۃَ وَیُزَکِّیْھِمْ چار بڑے بڑے کام آقائے نامدار علیہ الصلوٰۃ السلام انجام دیا کرتے تھے، اِس امر کو (تین یا) چار جگہ قرآن شریف میں ذکر کیا گیا ہے، ایک تو یہ کہ قرآن کی آیتیں جو اترتی ہیں وہ سناتے رہتے ہیں، اور دوسرے یُعَلِّمُھُمُ الْکِتٰبَ اللہ تعالیٰ کے کلام کو سکھلاتے ہیں، معانی بتلاتے ہیں، (اور تیسرے) وَالْحِکْمَۃَ حکمت کی باتیں بتلاتے ہیں، یہ حکم کیوں ہوا؟ اس حکم میں کیا مصلحت ہے؟ اس حکم سے کیا کیا نتیجے پیدا ہوں گے؟ یہ حکمت کی باتیں آقائے نامدار علیہ الصلوٰۃ والسلام سکھلاتے تھے، وَیُزَکِّیْھِمْ چوتھا کام یہ تھا کہ انکی میل اور کچیل کے دور کرتے تھے، تزکیہ کرتے تھے، پاک اور صاف کرتے تھے۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صحبت کا اثر

دلوں پر روح کے اوپر جناب رسول للہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روحانی اور قلبی طاقت کا اثر ایسا پڑتا تھا کہ دلوں کی میل کچیل، غیر اللہ کی محبت، دنیا کی محبت اور ہر قسم کی برائی جاتی رہتی تھی، کسی کو کم کسی کو زیادہ، مگر آقائے نامدار علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صحبت کا یہ اثر تھا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب جناب رسول للہ صلی للہ علیہ وسلم مدینہ منورہ میں داخل ہوئے تو ہر چیز ہم کو روشن نظر آتی تھی، یہاں تک معلوم ہوتا تھا کہ دیواریں بھی روشن ہوگئیں اور جب تک آقائے نامدار علیہ الصلوٰۃ والسلام رہے، یہی ہر چیز میں روشنی معلوم ہوتی تھی، اور فرماتے ہیں کہ جناب رسول للہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دفن کرنے کے بعد ہم نے ابھی تک مٹی اپنے ہاتھوں سے جھاڑی نہیں تھی کہ ہم نے اپنے دلوں کو اوپرا دیکھا[1]۔

قال لما كان اليوم الذی دخل فيه رسول الله صلی الله عليه وسلم المدينة اضياء منها كل شئ فلما كان اليوم الذی مات فيه اظلم منها كل شئ وما لفقنا ايدينا عن التراب وانا لفی دفنه حتی انكرنا قلوبناه

حضرت انسؓ فرماتے ہیں :

---

[1] اس حدیث میں دلوں کو اوپرا دیکھنے کی وضاحت میں حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ فیضِ صحبت اور مشاہدۂ ذات کے انوار جو ہر وقت مشاہدہ ہوتے تھے وہ حاصل نہ رہے تھے چنانچہ اب بھی مشائخ کے ہاں کی حاضری اور غیبت میں انوار کا بین فرق محسوس ہوتا ہے اور یہی وجہ ہے کہ ان انوار کے حاصل کرنے کے لیے اب مجاہدات، ذکر کی کثرت اور مراقبہ کا اہتمام کرایا جاتا ہے اور اس وقت کسی چیز کی بھی ضرورت نہ تھی ۔

حضورؐ کے زمانہ میں حصولِ احسان کا طریقہ

(تو) آقائے نامدار علیہ الصلوٰۃ والسلام تو ایک روحانیت کے آفتاب تھے جو بھی آپ کی مجلس میں حاضر ہوا اس کے دِل کی حالت اور ہوگئی اور اسی وجہ سے تمام اہلِ سنت والجماعت کا متفقہ مسئلہ ہے کہ صحابی چاہے آپ کی خدمت میں چند منٹ ہی رہا جو اسلام کے ساتھ آقائے نامدار علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بارگاہ میں حاضر ہوا وہ بعد کے آنے والے بڑے سے بڑے ولی سے، بڑے سے بڑے متقی سے، بڑے سے بڑے پرہیزگار سے افضل اور اعلیٰ ہے، کوئی بعد کا آنے والا ولی صحابی کے درجہ کو نہیں پہنچ سکتا، متفق علیہ مسئلہ ہے، کیونکہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روحانی طاقت بجلی سے بھی زیادہ تر قوت رکھنے والی تھی، دلوں کو، دماغ کو روشن کرنے والی تھی، اس واسطے اس قوت میں بڑی بڑی ریاضتوں کی ضرورت نہیں پڑتی تھی، بس ضرورت اس بات کی تھی کہ آقائے نامدار علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مجلس میں اخلاص کے ساتھ حاضر ہوا جائے، مگر جیساکہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ آپ کے جدائی کے بعد وہ طاقت باقی نہ رہی اگرچہ زمانہ ہے صحابہ کرام کا اور ان لوگوں نے روشنی روحانی آقائے نامدار علیہ الصلوٰۃ والسلام سے حاصل کی ہے۔

حضورؐ کے زمانہ کے بعد حصولِ احسان کا طریقہ

مگر آپ کے اوجھل ہوجانے کی وجہ سے انکی قوتوں سے کمی ہوتی گئی اسی طرح جتنا بھی زمانہ دور ہوتا گیا اسی قدر روحانی اور قلبی روشنی کے اندر، صفائی کے اندر کمی ہوتی گئی۔ تو جس طرح سے برتن کے صاف کرنے میں مانجنے میں اگر اس کے اوپر میل کچیل کچھ کم ہو تو معمولی طور سے مانجنے سے وہ زنگ دور ہوتا ہے اور زیادہ ہو تو پھر رہتے سے مانجنے سے اور مختلف طریقوں سے

مانجھا جاتا ہے تب جا کر کے صاف ہوتا ہے، تو وہی احسان حاصل کرنا تصوّف کا مقصد ہے۔

تصوّف کا مقصد

تصوّف سے کوئی نئی چیز حاصل کرنا مقصد نہیں ہے، جس چیز کو حضرت جبریل علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حدیث میں ذکر کیا گیا ہے وہی مقصد ہے مگر زمانے کے دور ہونے کی وجہ سے، دنیاوی لذائذ کی طرف طبیعتوں کے مائل ہونے کی وجہ سے زیادہ مانجھنے کی ضرورت پڑی، اس واسطے جو بڑے بڑے تجربہ کار تصوّف میں تھے حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ، خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت شبلی اور سری سقطی رحمۃ اللہ علیہما۔ جو بڑے بڑے لوگ تھے امام ہیں تصوّف کے، ان لوگوں نے اپنے تجربہ سے ذکر کرنے میں، ریاضت کرنے میں، مجاہدے کرنے میں جو چیزیں نکالیں، ان کو بعضے لوگ اعتراض کی نظر سے دیکھتے ہیں، جو ذکر نقشبندیہ طریقہ میں، قادریہ طریقہ میں اور دوسرے طریقوں میں ذکر کرنے کے اصول ذکر کئے گئے ہیں، اس پر اعتراض یہ ہوتا ہے، کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں نہ بارہ تسبیح، نہ پاس انفاس، نہ ذکرِ "اللہ" نہ اور کسی قسم کے جتنے اذکار اور مراقبے تعلیم کئے جاتے ہیں ان طریقوں میں، یہ تو اس میں آتے نہیں کسی حدیث میں انکا تذکرہ نہیں ہے، یہ تو بدعت ہوئی، یہ شبہ لوگوں کو پڑتا ہے اور اس پر لوگ اعتراض کرتے ہیں مگر یہ غلط چیز ہے۔

زمانے کے بدلنے سے مقصود حاصل کرنے کیلئے وسائل کا بدلنا بدعت نہیں ہے

آلاتِ جہاد کی مثال

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں جہاد کے لیے تلواروں کا، تیر اور کمان کا،

نیزوں کا تذکرہ آتا ہے آپؐ کے زمانے میں بندوقوں کا، توپوں کا، مشین گنوں کا، ہوائی جہازوں کا، گرینیڈ کا، سرنگوں کا، بم کا اور آتشیں بم کا، ان چیزوں کا کوئی تذکرہ نہیں، آج اگر مسلمانوں کو شرعی جہاد کرنے کی نوبت آئے اور آتی رہی ہے، تو کیا آج آپ یہی کہیں گے کہ فقط تلوار سے جنگ کرنی چاہیئے، جہاد فقط تلوار سے، فقط نیزے سے، فقط اس تیر اور کمان سے جو آقائے نامدار علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانے میں تھا اسی سے مقابلہ کرنا چاہیئے۔ اگر ایسا کروگے تو دشمن اپنی مشین گنوں سے اور توپوں سے دور ہی سے ہم کو فنا کر دے گا۔ جیسے وہ ہتھیار مہیا کرتا ہے ہم کو ویسے ہی ہتھیار مقابلہ کرنے کے واسطے تیار کرنے چاہئیں۔ اسی واسطے اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا: وَاَعِدُّوا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ وَّمِنْ رِّبَاطِ الْخَيْلِ۔ جو تم سے قوت ہو سکے دشمنوں کے مقابلہ کے واسطے تیار کرو تُرْهِبُوْنَ بِهٖ عَدُوَّ اللّٰهِ وَعَدُوَّكُمْ۔ تو مقصود یہ ہے کہ جس قسم کی ضرورت پڑے اعلائے کلمۃ اللہ اصلی مقصود جہاد سے ہے دین کے کلمہ کو بلند کرنا وَاَعِدُّوا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ .... تُرْهِبُوْنَ بِهٖ عَدُوَّ اللّٰهِ وَعَدُوَّكُمْ ۝ تو جیسی ضرورت پڑے جس سے تم دشمن کو شکست دے سکو اس کو ہتھیار کے طور پر تیار کرو اور مقابلہ کرو۔ تو اسی طرح سے جس زمانہ میں آقائے نامدار علیہ الصلوٰۃ والسلام موجود تھے آپ کا زمانہ قریب تھا اس وقت میں تھوڑا ذکر کرنا تھوڑی ریاضت کرنی کافی ہوتی تھی جب ہم دور پہنچ گئے تو زنگ آلودہ زیادہ تر دل ہو گئے، اس کے واسطے بڑی بڑی ریاضتیں، چلّہ کھینچنا، دن رات ذکر کرنا، پاسِ انفاس کرنا، ذکر قلبی کرنا اور زیادہ اس میں کوشش کرنا ضروری ہو گیا، مقصود ایک ہی ہے مگر ضرورت کی حیثیت سے زمانہ کی حیثیت سے ماحول کی حیثیت سے صفائی اور احسان کے حاصل کرنے میں طریقہ دوسرا ہے۔

قرآن پر حرکات کی مثال

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں قرآن شریف پر زیر زبر نہیں لگا ہوا تھا۔ آپ نے لکھوایا علیٰحدہ علیٰحدہ۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے سب کو جمع کردیا[۱]۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے سب کو ترتیب دے دیا مگر ترتیب دینے کے بعد زیر زبر کوئی نہیں لگا ہوا تھا، وہ صحابہ کرامؓ جن کی عربی زبان تھی بغیر زیر زبر کے صحیح قرآن پڑھتے تھے۔ جیسے ہم آج اردو کی عبارت بغیر زیر زبر کے دیئے ہوئے، اُردو کی عبارت ہمارے پاس آتی ہے تو صفحوں کے صفحے صحیح پڑھ جاتے ہیں کوئی غلطی نہیں ہوتی مگر آج اگر کسی بنگالی سے، اور برمی سے، انڈونیشیا والے سے یہ کہا جائے کہ اردو کی عبارت صحیح طرح پر پڑھو تو وہ نہیں ادا کر سکتا اس لیے کہ وہ ناواقف ہے۔ تو اسی طرح سے آج ہم اگر قرآن میں زیر زبر نہ لگا ہو، اگر نقطے نہ لگے ہوں تو ہم بغیر اس کے پڑھ نہیں سکتے، صحیح نہ پڑھ سکیں گے۔ تو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے جو جمع کیا قرآن، اس میں نہ زیر ہے، نہ زبر ہے، نہ پیش ہے، نہ جزم ہے، نہ ب کے نیچے ایک نقطہ ہے، نہ ی کے نیچے دو نقطے ہیں، نہ ت کے اوپر دو نقطے ہیں، یہ کچھ بھی نہیں ہے، اور وہ سب صحیح پڑھتے تھے، مگر تھوڑے ہی زمانے کے بعد جب لوگوں کا میل جول باہر والوں کے ساتھ ہوا تو ضرورت سمجھی گئی زیر زبر لگانے کی، تشدید کے لگانے کی، جزم کے لگانے کی، نقطے کے دینے کی۔ اب اگر کوئی بیوقوف یہ کہے کہ زیر زبر لگانا بدعت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں نہیں پایا گیا تو اُس کو بجز اس کے یہ کہا جائے کہ احمق ہے اور کچھ نہیں، وہ تو اس ضرورت کی بناء پر ہے کہ ہم کو حکم ہے قرآن کی تلاوت کرنے کا، اسکے معنی سمجھنے کا، مگر تلاوت قرآن کی اس

---

[۱] یعنی چمڑے وغیرہ کے ٹکڑوں پر۔

زمانے میں بغیر زیر زبر کے ہوتی تھی، آج تلاوت قرآن کی ہم تو ہم آج مدینہ کا رہنے والا، مکہ کا رہنے والا جسکی مادری زبان عربی ہے صحیح قرآن بغیر زیر زبر کے بغیر نقطوں کے نہیں پڑھ سکتا ہے۔ جس طرح ہم محتاج ہیں علم نحو کے، علم صرف کے، علم لغت کے، آج عرب بھی محتاج ہیں اس کے، تو بھائی زمانہ کی حیثیت سے احوال بدلتے رہتے ہیں مگر ایسے احوال جو کہ مقصود کے بدلنے والے نہ ہوں، ایسے احوال کو سنت ہی کہا جائے گا۔

کھانا پکانے کی مثال

اگر آپ نے کسی کو روٹی پکانے کے لیے مقرر کیا تو اب روٹی پکانا اس کے حکم دینے سے یہ معنی ہوں گے کہ تو آگ بھی جلا، لکڑی بھی لا، چولہا بھی لا، توا بھی لا، سب چیزوں کو مہیا کر اگر کسی جگہ لکڑی نہیں ملے لوہا ہو پتھر کے کوئلے، کسی جگہ یہ نہیں ملے تو اُپلوں کو استعمال کیا جائے گا۔ غرض یہ کہ جس چیز کے اوپر روٹی پکانا موقوف ہو اسی کا امر ہوگا۔ تو اسی طرح سے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں احسان کے حاصل کرنے کے لیے زنگ کم ہونے کی وجہ سے ان اذکار کی ضرورت نہیں تھی، آج ہم کو ہمارے تجربہ کار مرشدوں نے بتلایا اس طرح سے کرو، اب آپ کہیں کہ اس طرح کا ذکر کرنا بدعت ہے یہ غلط فہمی ہے۔

ذکر اللہ کا حکم قرآن میں

اللہ تعالیٰ نے حکم دیا قرآن میں، ایک جگہ نہیں دو جگہ نہیں، ذکر کرنے کی بڑی تاکید فرمائی: فَاِذَا قَضَيْتُمُ الصَّلٰوةَ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ قِيٰمًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰى جُنُوْبِكُمْ۔ حکم دیا گیا کہ نماز کے بعد اللہ تعالیٰ کا ذکر کرو کھڑے کھڑے، بیٹھے بیٹھے، اور کروٹوں پر اپنے کروٹیں لیتے ہوئے، کوئی حد نہیں، قید نہیں لگائی گئی، ذکر کرو لفظ اللہ کا، یا لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کا یا سُبْحَانَ اللّٰهِ کا ضرب کے ساتھ کرو یا بلا ضرب کرو۔

قرآن شریف میں فرمایا گیا:

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اذْکُرُوا اللّٰہَ ذِکْرًا کَثِیْرًا ۝

اے ایمان والو اللہ کا بہت ذکر کرو۔

فرمایا جاتا ہے: فَاذْکُرُوْنِیْٓ اَذْکُرْکُمْ وَاشْکُرُوْا لِیْ وَلَا تَکْفُرُوْنِ ۝

تم میرا ذکر کرو میں تم کو ذکر کروں گا تم کو یاد کروں گا تم مجھ کو یاد کرو۔ تو کوئی قید نہیں لگائی گئی، کس طرح سے ذکر کیا جائے مطلقاً ذکر کرنے کا حکم دیا گیا۔ اب اگر ہم نے، ہمارے بڑوں نے، تجربہ کار لوگوں نے، یہ کہا کہ ذکر کرو، سانس کے ساتھ، ذکر کرو دل میں دل کے ساتھ، روح کا ذکر، سر کا ذکر، خفی کا ذکر، تو یہ کوئی چیز بھی بدعت نہیں ہوگی۔ کیونکہ مطلقاً جیسے حکم دیا گیا تھا جہاد کرنے کا کہ دشمن کی طاقت کو کمزور کرنے کے لیے اسلام کی ہیبت کو بٹھلانے کے واسطے جہاد کرو۔

وَاَعِدُّوْا لَھُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّۃٍ وَّمِنْ رِّبَاطِ الْخَیْلِ تُرْھِبُوْنَ بِہٖ عَدُوَّ اللّٰہِ وَعَدُوَّکُمْ ۝

چاہے تلوار سے ہو، چاہے تیر سے ہو، چاہے توپوں سے ہو، چاہے مشین گن سے ہو، جس طریقے سے تم اس بات کو انجام دے سکو۔ جیسے کہ ہم کو قرآن کی تلاوت کا حکم دیا گیا چاہے زیر زبر سے یا اس کے طبع کرنے سے، چھاپنے سے، لکھنے سے عکسی قرآن بنانے سے، یہ جتنی چیزیں ہیں سب کی سب حکم ہی کے اندر آتی ہیں۔

سفرِ حج کی مثال

ہم کو حکم دیا گیا حج کرنے کا، حج کرنے کے لیے پہلے زمانہ میں اونٹوں کی ضرورت پڑتی تھی آج ہم کو موٹروں سے نہیں بلکہ جہازوں سے سفر کرنا پڑتا ہے، وہاں جا کر موٹروں سے، لاریوں سے، بسوں سے سفر کرنا پڑتا ہے، تو اب اگر کوئی بیوقوف شخص کہتا ہے کہ ہم ہندوستان سے حج کے لیے جائیں گے اونٹ ہی کے اوپر سوار ہو کر، تو بتلائیے کہ حج کو ہم ادا کرسکیں

گے؟ ہمیں جدہ پہنچنے کے بعد اسی طرح سے لاریوں کے بغیر، موٹروں کے بغیر جانا مشکل ہے بسا اوقات ممکن نہیں، تو چونکہ مقصد ہے بیت اللہ کی حاضری، جس طریقہ پر ممکن ہو وہاں پر حاضر ہونا، یہی فرض ہوگا، کوئی چیز بدعت نہیں قرار دی جائے گی، مقصد وہی ہے جو اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا، حکم دیا گیا تھا، مقصد میں کوئی تغیّر نہیں ہے۔ زمانہ کی ضرورتوں کی حیثیت سے وسیلوں میں فرق پڑ گیا، ذریعوں میں فرق پڑ گیا، تو میرے بزرگو! آج یہ کہنا کہ سلوک میں تصوّف کے اندر جو باتیں صحیح ذکر کی گئی وہ بدعت ہیں، یہ غلط ہے وہ سب کی سب مامور بہ ہیں۔ وہ حکم ہے تو اصلی مقصد اس کے اندر، تصوّف کے اندر احسان کو حاصل کرنا ہے، احسان کے حاصل کرنے کے لیے جو طریقے خلافِ شریعت نہیں ہیں جب عمل میں لائے جائیں گے تو وہی شریعت کا حکم ہوگا۔

غیر شرعی اسباب اختیار کرنے کی ممانعت

ہاں اگر کوئی طریقہ ایسا کرتا ہے۔ ایک شخص کہتا ہے کہ مجھ کو تو اللہ تک پہنچنے کے واسطے قوالی چاہیئے، ڈھول چاہیئے، مجیرا چاہیئے، ڈوم گانے والے چاہئیں، یہ چیزیں ایسی وہ اختیار کرتا ہے جو کہ شریعت کے خلاف ہیں، جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اور صحابۂ کرام نے ان چیزوں کی ممانعت کی ہے تو جو چیزیں ممانعت کی نہیں ہیں وہ تو اصلی سنت میں داخل ہیں، اب بیعت کے متعلق یہ خیال کرنا کہ یہ خلافِ شریعت ہے، بالکل غلط چیز ہے، بیعت میں جیسا کہ میں نے عرض کیا اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ: یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ وَابْتَغُوْٓا اِلَیْہِ الْوَسِیْلَۃَ ۝

وسیلہ اسی چیز کو کہتے ہیں کہ جس کے ذریعے سے کوئی کامیابی ہو سکے، جو شخص واقف ہے کسی راستے کا اس کو ساتھ لینا سفر کرنے کے لیے ضروری ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا سفرِ ہجرت

آقائے نامدار علیہ الصلوٰۃ والسلام ہجرت کرتے ہیں

مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ کو تو عبداللہ ابن اریقط الایلی جو کہ کافر تھا مگر راستہ سے واقف تھا اس کو ساتھ لیتے ہیں، حضرت ابوبکر صدیق رضی نے پہلے سے دو سانڈنیاں، دو اونٹنیاں جو نہایت مضبوط تھیں پہلے سے خرید لیں، عبداللہ ابن اریقط جو کہ راستہ کا بڑا ماہر تھا اس کے پاس رکھا اور کہا کہ ان اونٹنیوں کو اچھے سے اچھا چارہ کھلاؤ اور ہم کو جب ضرورت ہوگی اپنے سفر کے واسطے ان اونٹنیوں کو لیں گے اور تجھ کو ساتھ لے کر کے سفر کریں گے ۔ اب جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہجرت کرنے کے لیے رہبر کی ضرورت پڑی، رہنما کی، راہ دکھانے والے کی ضرورت پڑی ۔ بغیر راہ دکھلانے والے کے دنیا کے سفر اور اپنے ہی ملک کا سفر ممکن نہ ہوا۔ تو اس واسطے وہی وسیلہ جس کو یہاں فرمایا گیا وَابْتَغُوْا اِلَیْهِ الْوَسِیْلَةَ جس سے تم وسیلۂ توسل کرسکو اس کے ذریعے سے کامیاب ہوسکو اس کو تلاش کرو۔

مُرشد راستہ سے واقف اور تجربہ کار ہو

مُرشد کو مُرشد اسی واسطے کہا

جاتا ہے کہ وہ راستہ دکھلانے والا ہے، ارشاد کرنے والا ہے، مگر ہر لنگڑے لولے کو مرشد راستہ میں نہیں لیا جاتا، راہنمائی کے واسطے، لیا جاتا ہے صحیح سالم، واقف کار، تجربہ کار کو، تو اس واسطے فرمایا گیا: کُوْنُوْا مَعَ الصَّادِقِیْنَ۔

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَكُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ ۞ سچوں کے ساتھ رہو۔ ہاں بعضے لوگوں کو یہ شبہ ہوتا ہے کہ بیعت کی ضرورت باقی نہیں ہے یہ شبہ غلط ہے، بیعت کا طریقہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

جاری کیا ہے اور وہ قرآن میں ہے، قرآن دلالت کرتا ہے۔

بیعت کے فوائد — حضرت سیّد احمد شہیدؒ کا فرمان

حضرت سید احمد صاحب شہید رحمۃ اللہ علیہ جنہوں نے جہاد کیا تھا انگریزوں کے خلاف، انکی کتاب ہے "صراطِ مستقیم" وہ بیعت کے فائدے بتلاتے ہوئے ذکر فرماتے ہیں کہ جب کوئی شخص کسی خدا کے برگزیدہ بندے کے ہاتھ پر بیعت کرتا ہے تو اس برگزیدہ بندے کی جو کہ اللہ تعالیٰ کے دربار میں قبولیت اور عزت ہے تو اللہ تعالیٰ کی رحمت اس شخص کی کفالت کرتی ہے، جو اس کے ہاتھ میں بیعت کرتا ہے اللہ تعالیٰ کی رحمت اس کی وجاہت کی وجہ سے بیعت کرنے والے کی کفالت کرتی ہے اور دو طریقوں میں سے ایک طریقہ سے اس کی حفاظت کرتی ہے، اگر وہ شخص، وہ مرشد اللہ تعالیٰ کے یہاں پر بہت بڑی عزت رکھتا ہے تو کبھی اسکو مطلع کردیا جاتا ہے، اگر اس کا مرید کسی گمراہی کے اندر پھنس رہا ہے تو اللہ تعالیٰ پیر کو مطلع کردیتا ہے اور حکم دیتا ہے کہ اسکو فلانی خرابی سے نکالو، وہ مُرشد تدبیریں کرکے اس کو نکالتا ہے اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ خداوند کریم خود ہی اس کو، اس مُرید کو خرابی سے نکالتا ہے اور کسی فرشتے کو حکم دے دیتا ہے یا کوئی روحانی (لطیفہ غیبی) کو مقرر کردیتا ہے اور وہ چیز اسکی حفاظت کا باعث بنتی ہے مگر مُرشد کی صورت میں آکر۔

حضرت یوسف علیہ السّلام کا واقعہ

جیسے حضرت یوسف علیہ الصلوٰۃ والسّلام کا واقعہ ہوا۔

حضرت زلیخا رضی اللہ عنہا نے حضرت یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام کو سات کوٹھڑیوں میں بند کرکے ان سے وصال چاہا۔ حضرت یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام پرہیز کرتے ہیں۔

قَالَ مَعَاذَ اللّٰهِ اِنَّهٗ رَبِّیْٓ اَحْسَنَ مَثْوَایَ ؕ اِنَّهٗ لَا یُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ ۝

حضرت زلیخاؓ کو کہتے ہیں کہ معاذ اللہ میں اپنے مالک کی نافرمانی کروں۔ اسکی بیوی پر ہاتھ ڈالوں، اس نے بہت بڑے بڑے میرے ساتھ احسان کئے ہیں، میں جاہل نہیں ہوسکتا مگر اس نے پیچھا کیا اور اس قدر پیچھے پڑی کہ قریب تھا کہ حضرت یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام مبتلا ہوجائیں تو فرماتے ہیں :-

وَلَقَدْ هَمَّتْ بِهٖ ۚ وَهَمَّ بِهَا لَوْلَآ اَنْ رَّاٰ بُرْهَانَ رَبِّهٖ ؕ كَذٰلِكَ لِنَصْرِفَ عَنْهُ السُّوْٓءَ وَالْفَحْشَآءَ ؕ اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُخْلَصِیْنَ ۝

تو اللہ تعالیٰ نے حفاظت کے واسطے حضرت جبریل علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مقرر کیا۔ حضرت جبریل علیہ الصلوٰۃ والسلام سامنے سے حضرت یعقوب علیہ السلام (والد) کی صورت میں آئے اور سامنے کھڑے ہوکر انگلی منہ میں دباتے ہیں اور اشارہ کرتے ہیں کہ خبردار! خبردار! اس میں مبتلا مت ہونا، حضرت یعقوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کو خبر بھی نہیں مگر یہاں یہ معاملہ ہوا۔ حضرت یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام کو روک دیا گیا، بچا لیا گیا ——— تو حضرت سید احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ شہید فرماتے ہیں کہ بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ کسی کامل کے ہاتھ پر بیعت کرنے والا کسی گمراہی کے اندر پھنسنے والا ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے کسی لطیفہ سے، کسی روحانیت سے، کسی فرشتے کے ذریعے سے حفاظت کی جاتی ہے، ایسا طریقہ کہ جو مرشد کے ساتھ تعلق رکھتا ہو۔

سچوں کا ساتھ

تو بیعت کے فوائد بہت زیادہ ہیں، قرآن میں کہا ہے: كُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ۔ (سچوں کے ساتھ رہو) آپ دیکھتے ہیں کہ کسی پارٹی میں جب آدمی داخل ہوجاتا ہے دنیا میں، تو پارٹی کے جتنے ممبر ہوتے ہیں ان سب کو اُس کے ساتھ کچھ تعلق ہوجاتا ہے اور اسکی

وجہ سے وہ ہمدردی رکھتے ہیں، دنیا میں جو کہ اصحاب خیر ہوں ان کے یہاں بھی یہی طریقہ ہے اور آخرت والے خدا کے سچے بندے جن کو دنیاوی غرض نہیں ان میں یہ بات بہت اونچی ہے، تو اگر کسی اللہ کے مقبول بندے کے ہاتھ پر بیعت ہوئے کسی صحیح طریقہ والے سے بیعت ہونے سے اس طریقہ کے جو مقدس لوگ ہیں خواہ دنیا میں ہوں، خواہ آخرت میں ہوں، گذر چکے ہوں ان سبھوں کو ہمدردی ہو جاتی ہے، دعا بھی کرتے ہیں، اور وہ اپنی ہمت سے خبر گیری کرتے ہیں۔

تو میرے بھائیو! نہ تو بیعت بدعت چیز ہے اور نہ طریقت بدعت چیز ہے، نہ طریقت شریعت سے جدا ہے، شریعت کی خادم ہے طریقت، جو شریعت نے احسان کا حکم دیا تھا۔ اسکی تکمیل کے واسطے بڑے بڑے مقدس بزرگوں نے حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت خواجہ بہاؤالدین نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ اور ان سے پہلے جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ، شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ، ان بزرگوں نے جن کے اندر ذرہ برابر بھی خلاف شریعت کوئی بات نہیں تھی[1] انہوں نے وہ طریقے جن کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ کی تابعداری، اللہ تعالیٰ کی رضا، اسکی خوشنودی حاصل ہو سکتی ہے وہ طریقے جاری کیئے اور ان سے مقصد فقط خدا کی قربت حاصل کرنا، خدا کی رضا حاصل کرنا کوئی چیز ذرہ برابر اس میں شریعت کے خلاف نہیں۔

---

[1] اسی طرح کے سینکڑوں ائمۂ تصوّف وطریقت ہوئے ہیں جن کا شمار اپنے وقت کے ائمہ حدیث، مجددین اور مجاہدین اسلام میں ہونا مُسلّم ہے، جن کے ذریعہ سے ہم کو پورا اسلام پہنچا ہے، ان کا کسی بدعت یا غیر شرعی امر پر اتفاق کر لینے کو ممکن سمجھنا انکی ثقاہت فی الحدیث کا انکار کرنا ہے۔

کھوٹے اور کھرے

مگر جیسے ہر جماعت کے اندر کھوٹے اور کھرے ہوتے ہیں اسی طرح سے جماعت میں بھی کھوٹے داخل ہوگئے ہیں جن کا مقصد اپنی خواہشوں کو پورا کرنا، دین کو جال بنا کر کے دنیا حاصل کرنا ہے ہر زمانے میں ایسے ہوتے رہے ہیں اور ہر جماعت میں ایسے ہوتے ہیں ایسوں کی برائی کی وجہ سے اس فن کے اندر بُرائی نہیں پیدا ہوتی۔ ہاں اسی واسطے مولانا روم نے فرمایا کہ ؎

اے بسا ابلیس آدم روئے ہست
پس بہ ہر دستے نہ باید داد دست

بسا اوقات شیطان آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بھیس میں آئے گا تم کو سوچنا چاہیئے، سمجھنا چاہیئے، مقدمہ تمہارا سرکاری ہوتا ہے تو ہر وکیل کو وکیل نہیں بناتے آپ سوچتے ہیں، ہر ڈاکٹر کو اپنا معالج نہیں بناتے ہر حکیم کے پاس علاج کے لیے نہیں جاتے بلکہ آپ سوچتے ہیں، سمجھتے ہیں، دیکھتے ہیں کون حکیم قابل ہے اس کے پاس جائیں۔ دنیا میں بھی یہ معاملہ ہے اور اللہ کی رضا و خوشنودی یا آخرت کے واسطے جو بھی ملا اس کے ہاتھ پر بیعت ہو گئے چاہے اچھا ہو بُرا ہو، نماز کا پابند نہیں، روزہ کا پابند نہیں، شریعت کا پابند نہیں، بیعت کرتا ہے عورتوں کی بے پردگی کے ساتھ، جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مردوں کی جو بیعت کرتے تھے تو ہاتھ میں ہاتھ رکھ کر کے یا اگر بڑا مجمع ہوا تو کپڑا پکڑا کر کے۔

عورتوں سے بیعت کا طریقہ

مگر عورتوں کی بیعت کرتے تھے کبھی ہاتھ سے ہاتھ ملا کر کے نہیں کی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں بخاری میں یہ روایت کئی جگہ آئی ہے کہ:

وَاللّٰهِ مَا مَسَّتْ يَدُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدَ

إِمْرَأَةٍ قَطُّ إِنَّمَا بَايَعَهُنَّ بِالْقَوْلِ۔ اوکما قال

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ خدا کی قسم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ کسی عورت کے ہاتھ سے نہیں چھوا گیا بیعت کرنے کے وقت، پردہ سے باہر سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیعت کرتے تھے زبان سے، یا کپڑا دے دیا گیا۔ آقائے نامدار علیہ الصلوٰۃ والسلام سے بڑھ کر متقی پرہیز گار کون ہو سکتا ہے؟ آقائے نامدار علیہ الصلوٰۃ والسلام تو کسی اجنبی عورت کو سامنے نہ کریں، ہاتھ سے ہاتھ نہ ملائیں اور بیعت اس طرح سے کریں۔ مگر آج یہ گمراہ شیطان اثر والے لوگ کہتے ہیں عورتوں سے کہ ہمارے سامنے آؤ پردہ اُٹھا دو ہم قیامت میں، محشر میں، تم کو پہچانیں گے کیسے؟ جب تک کہ ہم تمہارا چہرہ نہ دیکھ لیں، تم تو ہماری بیٹیاں ہو، تم تو ہماری پوتیاں ہو، نواسیاں ہو، ہم سے پردہ کیا؟ یہ تمام شیطانی کارروائیاں ہیں۔ سب کے آقا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم تھے سب عورتیں انکی بیٹیاں ہیں قرآن شریف میں فرمایا گیا وَأَزْوَاجُهُ أُمَّهَاتُهُمْ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویاں تمام مومنین کی مائیں ہیں جو وہ مائیں ہیں آپ کی بیویاں، تو آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) باپ ہوئے۔ بعض قرارت میں ہے وَهُوَ أَبُوهُمْ۔ مگر باوجود اس کے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو بے پردہ سامنے نہ آنے دیں اور ہاتھ سے ہاتھ نہ ملائیں، مگر آج ایسے غلط کار لوگ ہیں جو پردہ اُٹھاتے ہیں، بدن دبواتے ہیں، ہاتھ پیر دبواتے ہیں، تنہائی کے اندر جمع ہوتے ہیں، یہ سب کی سب غلط بات ہے، ناجائز بات ہے جو شخص ایسا کرتا ہے وہ پیر نہیں شیطان ہے، ایسے پیروں سے بچنا چاہیئے۔ تو اس واسطے سوچنے کی بات ہے۔ اِتَّقُوا اللّٰهَ وَكُونُوا مَعَ الصَّادِقِينَ۔ وَاتَّبِعْ سَبِيلَ مَنْ أَنَابَ إِلَيَّ۔ حکم دیا گیا کہ جو ہماری طرف دھیان رکھتا ہے، ہماری طرف لوٹتا ہے اس کے راستے پر چلو، اسی کو مولانا روم فرماتے ہیں ؎

اے بسا ابلیس آدم روئے ہست
پس بہ ہر دستے نہ باید داد دست

بسا اوقات ابلیس آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بھیس میں آتا ہے تو تم کو سوچنا چاہیئے ہر ہاتھ میں ہاتھ نہیں دینا چاہیئے، دنیا کے کام تو پرکھ پرکھ کر کرتے ہو، نہ تجارت نہ مقدمہ بازی نہ علاج۔ اور جتنی چیزیں ہیں پرکھ پرکھ کر کرتے ہو مگر یہ کیسی بیوقوفی ہوتی ہے کہ کوئی آدمی ہو کسی کو جہاں سُنا کہ یہ پیر صاحب ہیں بس وہاں جاکر کے بیعت کرنے لگیں، یہ غلط چیز ہے غلط راستے پر چلنے لگتے ہیں سچوں کے ساتھ رہو۔

خدا کی نافرمانی میں مخلوق کی اطاعت نہیں

اور پھر جو کام کرد اس کے اندر یہ بھی دیکھ لو کہ یہ کام خلافِ شریعت تو نہیں، اگر اس نے کہا کہ کسی بُت کو سجدہ کرو، کسی قبر کو سجدہ کرو، کوئی کام خلافِ شریعت کا حکم کرے تو کوئی بھی ہو لَا طَاعَۃَ لِمَخْلُوْقٍ فِیْ مَعْصِیَۃِ الْخَالِقِ آقائے نامدار علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں۔ آقائے نامدار علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک شخص کو ایک لشکر کا سردار بنایا اور لشکر کو جہاد کے لیے بھیجا اور کہا کہ اس سردار کی تابعداری کرنا، وہ ایک جگہ پہنچتا ہے، کچھ لوگوں نے اس سے مذاق کیا تو اس کو غصہ آگیا اس نے سب کو کہا کہ لکڑی جمع کرو، سبھوں نے لکڑی جمع کی، کہا کہ اس میں آگ لگادو، اس میں آگ بھی لگادی، اب کہتا ہے ان لوگوں سے کہ آگ میں کود جاؤ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تم کو حکم دیا تھا کہ میری تابعداری کرنا۔ تو بعضے لوگوں نے ارادہ کیا کہ کود جائیں کیونکہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تابعداری کا حکم دیا تھا، دوسرے لوگوں نے پکڑا اور کہا کہ ہم نے تو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تابعداری آگ سے بچنے ہی کے واسطے کی ہے کیا آج ہم

آگ میں ان کے حکم سے جائیں، اس میں کچھ کھینچا تانی ہوتی رہی، اتنے میں آگ بجھ گئی اور اس صحابی کا جو سردار تھا غصہ جاتا رہا، معاملہ رفع دفع ہوگیا۔ جہاد سے جب لوٹ کر آئے تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے یہ واقعہ ذکر کیا گیا (تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم) بہت خفا ہوئے دونوں پر، سردار پر تو خفا ہوئے ہی، ان لوگوں پر بھی جو کودنے کا ارادہ کرتے تھے، آپؐ فرماتے ہیں کہ:

لَاطَاعَةَ لِمَخْلُوْقٍ فِیْ مَعْصِیَةِ الْخَالِقِ اِنَّمَا الطَّاعَةُ فِی الْمَعْرُوْفِ ؕ

کسی کی تابعداری اللہ کی نافرمانی میں نہیں ہے سردار کی تابعداری کا حکم ہے معروف میں، شریعت کے موافق باتوں میں، ایسی بات میں کہ جو شریعت کے خلاف ہے کسی کی تابعداری نہیں۔ اگر مرشد کہتا ہے کہ تم بت کو سجدہ کرو، قبر کو سجدہ کرو تو ہرگز اسکی تابعداری نہیں ایسے مرشد کو دفع کرنا چاہیئے، وہ ایسی باتیں تلقین کرتا ہے جس کی وجہ سے اس کے مرشد ہونے کو باقی رکھا جائے؟ وہ شیطان ہے، تو آقائے نامدار علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانے میں ایسا پیش آیا۔ بعضے بیوقوف کہتے ہیں کہ ؎

مے سجادہ رنگین کن گرت پیر مغاں گوید
کہ سالک بے خبر نبود ز راہ و رسم منزلہا

اس کے معنی غلط بیان کرتے ہیں، اگر مرشد خلاف شریعت کوئی بات حکم کرتا ہے صریح شریعت کے خلاف، تو ہرگز اسکی تابعداری نہیں۔ بہر حال بیعت کرنا امر شرعی ہے، اور سلوک جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تابعداری ہی کرنے کا نام ہے۔ اللہ کی رضاجوئی اور خوشنودی ہی کرنے کا نام ہے، جو کچھ کمال ہے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تابعداری میں ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرنا، آپؐ کے حکم پر چلنا اسی میں نجات ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ:

لَا یُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی اَکُوْنَ اَحَبَّ اِلَیْهِ مِنْ وَّالِدِهٖ وَوَلَدِهٖ
وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ : او کما قال علیه الصلوٰة والسلام -

تم میں سے کوئی کامل ایمان والا نہیں ہو سکتا، پورا مومن نہیں ہو سکتا، جب تک کہ میں اس کے باپ سے، اس کے بیٹے سے، تمام لوگوں سے زیادہ محبوب اور پیارا نہ ہو جاؤں .... رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت زیادہ سے زیادہ ہونی تمام دنیا سے، تمام خاندان سے بڑھی ہوئی ضروری ہے۔ آپ ہم اپنی بیوقوفی کی وجہ سے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کا دعویٰ بھی کرتے ہیں اور انکے طریقہ کو چھوڑتے ہیں، انکی صورت سے ہم نفرت کرتے ہیں، ہم انکے دشمنوں کی صورت بناتے ہیں، لارڈ جارج اور کرزن اور فرنچ فیشن ان لوگوں کی صورتیں بناتے ہیں، انکے فیشن کو اپنا فیشن بناتے ہیں، ڈاڑھیاں کترواتے ہیں، بال انگریزی فیشن کے، انگریزی طریقہ کے رکھتے ہیں، لباس ویسے پہنتے ہیں کام ویسے کرتے ہیں۔ یہ انتہائی غلطی ہے اور اسکی وجہ سے خداوند کریم کی رحمت اور خدا کا غضب دونوں۔ خدا کی رحمت ہم سے دور ہوتی ہے خدا کا غضب ہماری طرف متوجہ ہوتا ہے۔

میرے بھائیو! سمجھنا چاہیئے غلط طریقہ پر نہ چلنا چاہیئے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے :

قُلْ اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰهُ ٥

اے محمد! صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں سے کہدو کہ اگر تم کو اللہ کی محبت ہے اللہ کی رضا اور خوشنودی چاہتے ہو، اللہ کی عنایت اور مہربانی چاہتے ہو تو اس کا ایک ہی طریقہ ہے وہ یہ کہ تم لوگ میرا اتباع کرو اللہ تعالیٰ تم سے محبت کرنے لگیں گے۔

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم تاکید فرماتے ہیں : داعفوا اللحیٰ وقصّوا الشّوارب وخالفوا المشرکین۔

مشرکوں کی صورت اور سیرت سے بچو اور خلاف کرو اور داڑھیوں کو بڑھاؤ

اور مونچھوں کو کترواؤ۔ آج ہماری بیوقوفی کی وجہ سے ہمارے اندر یہ غلطی پیدا ہوگئی ہے کہ صورت غیروں کی، اللہ اور رسول کے دشمنوں کی بنانے کے اوپر ہم فخر کرتے ہیں، ڈرنا چاہیئے کہیں جناب باری سبحانہٗ وتعالیٰ کی ہمارے اوپر گرفت نہ ہوجائے غضب نہ ہوجائے، صورت اور سیرت جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بنائیے۔

تاکید ذکر اللہ! اور اللہ کے ذکر سے غافل مت ہوئیے، میرے بھائیو! یہ عمر عزیز جو ملی ہوئی ہے اس کو غنیمت سمجھئے جس قدر ممکن ہو اللہ کا ذکر اس وقت کر لیجیئے بہت بڑی نعمت ہے اللہ تعالیٰ کا ذکر، جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: لِکُلِّ شَیْئٍ صِقَالَۃٌ وَصِقَالَۃُ الْقُلُوْبِ ذِکْرُ اللّٰہِ: ہر چیز کے مانجھنے کی، ملمع کرنے کی، چمکانے کی چیزیں ہوتی ہیں، دلوں کے صاف کرنے کا، ملمع کرنے کا ذریعہ اللہ کا ذکر ہے۔ پھر فرماتے ہیں:۔

مَا مِنْ عَمَلٍ اَنجیٰ مِنْ عَذَابِ اللّٰہِ مِنْ ذِکْرِ اللّٰہِ۔

کوئی چیز اللہ کے عذاب سے اس قدر بچانے والی نہیں ہے کوئی امر اللہ کے عذاب سے اس قدر بچانے والا نہیں ہے جتنا کہ اللہ کا ذکر بچانے والا ہے۔ اللہ کا ذکر خدا کے غضب سے، خدا کی پکڑ سے خدا کے غصے سے جس قدر بچاتا ہے اللہ کا ذکر اور کوئی چیز نہیں بچاتی۔

داڑھی کا منڈانا یا خشخشی کرانا، ایک مٹھی سے کم کو کتروانا شریعت میں جائز نہیں ہے۔ اگر پکا ارادہ ہے کہ شریعت کے موافق داڑھی رکھیں گے، تب تو بیعت ہوئیے اور اگر پکا ارادہ نہیں ہے شریعت کے موافق داڑھی رکھنے کا، تو چلے جائیے، کیوں صاحب سب وعدہ کرتے ہیں؟ کہ شریعت کے موافق داڑھی رکھیں گے اور جو حکم ہے شریعت کا اس کے اوپر چلیں گے؟ (مجموعی آوازیں، داڑھی رکھیں گے، شریعت پر چلیں گے)۔

بیعت

تو جس طرح نماز میں بیٹھتے ہو تو، وزانو اس طرح بیٹھ جائیے اور کپڑے کو دونو ہاتھوں سے پکڑ لیجئے :-

الحمد للہ، الحمد للہ نحمدہٗ ونستعینہٗ ونستغفرہٗ ونؤمن بہ ونتوکل علیہ ونعوذ باللّٰہ من شرور انفسنا ومن سیئات اعمالنا من یھدہ اللّٰہ فلا مضل لہٗ ومن یضللہٗ فلا ھادی لہ ونشھد أن لا الٰہ الا اللّٰہ وحدہٗ لاشریک لہٗ ونشھد ان سیدنا ومولانا محمداً عبدہٗ ورسولہٗ (صلی اللّٰہ علیہ وآلہ وسلم)
یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ وَابْتَغُوْٓا اِلَیْہِ الْوَسِیْلَۃَ وَجَاھِدُوْا فِیْ سَبِیْلِہٖ لَعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝

اِنَّ الَّذِیْنَ یُبَایِعُوْنَکَ اِنَّمَا یُبَایِعُوْنَ اللّٰہَ یَدُ اللّٰہِ فَوْقَ اَیْدِیْھِمْ فَمَنْ نَّکَثَ فَاِنَّمَا یَنْکُثُ عَلٰی نَفْسِہٖ وَمَنْ اَوْفٰی بِمَا عٰھَدَ عَلَیْہُ اللّٰہَ فَسَیُؤْتِیْہِ اَجْرًا عَظِیْمًا ۝

کہیئے: اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَاَشْھَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ۔

گواہی دیتا ہوں میں کہ سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی عبادت کئے جانے کے قابل نہیں، اکیلا ہے وہ، کوئی اس کا شریک نہیں، اور گواہی دیتا ہوں میں، کہ ہمارے سردار اور ہمارے آقا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اسکے بندے اور اس کے رسول ہیں ایمان لایا میں اللہ تعالیٰ پر جیسا کہ ہے وہ اپنی ذات میں اور اپنی صفات میں اور اپنے افعال میں، اکیلا ہے وہ، کوئی اسکا ساجھی اور شریک نہیں، اور ایمان لایا میں کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے سچے رسول ہیں جو کچھ انہوں نے فرمایا وہ سب حق ہے اور ایمان لایا میں اللہ تعالیٰ کے سب پیغمبروں پر اور اسکے سب فرشتوں پر اور اسکی سب کتابوں پر اور قیامت کے دن پر اور تقدیر پر، داخل ہوا۔ میں دینِ اسلام میں

سچے دِل سے، بری اور بیزار ہوں میں سب دینوں سے سوائے دینِ اسلام کے، بیعت کی میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھوں پر بواسطہ ان کے خلفار کے، عہد کرتا ہوں میں کہ شرک نہ کروں گا، کفر نہ کروں گا، بدعت نہ کروں گا، چوری نہ کروں گا، زنا نہ کروں گا، کسی کو ناحق قتل نہ کروں گا، کسی پر بہتان نہ باندھوں گا، جہاں تک ہوسکے گا خدا اور اس کے رسولؐ کی ہمیشہ ہمیشہ اطاعت اور فرمانبرداری کرتا رہوں گا، اپنی طاقت بھر گناہوں سے بچتا رہوں گا، اور اگر کبھی کوئی گناہ ہوگیا تو بہت جلد توبہ کروں گا، توبہ کرتا ہوں میں اپنے سب گناہوں سے، اگلے ہوں یا پچھلے، چھوٹے ہوں یا بڑے، ظاہر ہوں یا پوشیدہ، جن کو میں جانتا ہوں اور جن کو نہیں جانتا، اے اللہ: تو سب کچھ سُنتا ہے، تو سب کچھ دیکھتا ہے، تو سب کچھ جانتا ہے، تجھ سے کچھ چھپا ہوا نہیں تو گناہوں کا بہت معاف کرنے والا اور رحیم ہے، تو توبہ کو بار بار قبول کرنے والا اور کریم ہے، میری توبہ قبول فرما، اور میرے گناہوں کو بخش دے۔ بیعت کی میں نے حسین احمد کے ہاتھوں پر طریقۂ چشتیہ صابریہ اور طریقۂ چشتیہ نظامیہ اور طریقۂ نقشبندیہ اور طریقۂ قادریہ اور طریقۂ سہروردیہ میں، اے اللہ! میری بیعت قبول فرما اور مجھکو ان سلسلوں کے بزرگوں کے طفیل میں اپنی سچی محبت اور کامل ایمان عطا فرما، میرا خاتمہ ایمان پر ہو اور آخرت میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھ اور آپؐ کی شفاعت اور جنت نصیب ہو......!

دُعاء: (اس کے بعد خفی دعا فرمائی جیسا کہ حضرتؒ کا معمول تھا)

عکس تحریر

(بابو عبدالغنی صاحب زید مجدہم ٹیلیفون انسپکٹر)
(قصبہ اوکاڑہ ضلع منٹگمری پنجاب)

محترم المقام زید مجدکم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ
مزاج شریف۔ مورخہ ۵ ذوالقعدہ کا والانامہ کاشف
حالات ہوا۔ خیر وعافیت معلوم کرکے بہت خوشی
ہوئی۔ میں بحمداللہ خیر وعافیت اور اطمینان وسکون
سے ہوں۔ امتحان کی کیفیت معلوم ہوئی حسب
ارشاد دعا کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ آپکو کامیاب فرمائے
آمین۔ جہاں تک ممکن آپکو اتباع شریعت اور احیاء
سنت میں کوشاں رہیں۔ نیز ذکر میں تکاسل
کو روا نہ رکھیں۔ بابو علی محمد صاحب اور دیگر اشخاص
نیز اوکاڑہ کے جملہ احباب سے سلام مسنون عرض کردیں
دعوات صالحہ سے اس ناکارہ کو فراموش نہ فرمائیں۔
والسلام

۱۸ ذوالقعدہ ۶۲ھ

اکابر علمائے دیوبند
اتباعِ شریعت کی روشنی میں
عارف باللہ شیخ الحدیث
حضرت مولانا محمد زکریا صاحب کاندھلوی قدس سرہٗ
مکتبۃ الشیخ ۴۴۵/۳ ۔ بہادر آباد۔ کراچی